فکر اسلامی پر ادارہ تحقیقات اسلامی کی مطبوعات کا تجزیاتی مطالعہ

احسان اللہ چشتی ۞
عزیز الرحمٰن ۞

مقدمہ

اس مقالے میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی طرف سے فکر اسلامی پر شائع شدہ بارہ عدد مطبوعات کا تجزیاتی مطالعہ کیا گیا ہے۔ان کتب کا تعلق فکر اسلامی کے مختلف گوشوں سے ہے جن میں سے اکثر طبع زاد ہیں۔ بعض تراجم کی صورت میں چھپ چکی ہیں اور بعض کی حیثیت مجموعۂ مقالات کی ہے۔ مقالے میں مباحث کی تقسیم میں کتب کی مذکورہ کیفیت کو مدنظر رکھا گیا ہے۔

مقالے میں کوشش کی گئی ہے کہ کتب کا تعارف، مندرجات اور ان کی اہم جہات کو واضح کیا جائے تاکہ کوئی بھی طالب علم ان کتب سے استفادہ کرنے سے پہلے اگر اس مقالے کا مطالعہ کرے تو کتاب کا مکمل خاکہ اس کے ذہن میں ہو اور اسے دقت پیش نہ آئے، کیوں کہ ان کتب کے مفصل تعارف کو ایک مقالے میں سمیٹنا ممکن نہیں اس لیے ان کے اہم پہلوؤں کو سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ مقالے کا منہج تجزیاتی اور وصفی ہے۔

ا- طبع زاد کتب

اس مقالے میں شامل دس کتابیں طبع زاد ہیں، جن کا تجزیاتی مطالعہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

1. *Islam from Revelation towards Realization*

یہ کتاب محترمہ سلطانہ سعید کی علمی کاوش ہے۔ ۱۰۰ر صفحات پر مشتمل یہ کتاب پہلی دفعہ ۱۹۸۶ء میں نیشنل ہجرہ کونسل، اسلام آباد سے شائع ہوئی۔

۞ لیکچرر، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد۔(Ihsan.chishti@gmail.com)
۞ اسسٹنٹ پروفیسر / صدر شعبۂ قانون، کلیہ شریعہ و قانون، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد۔
(azeez.rehman@gmail.com)

یہ کتاب اسلام کے مختلف فکری اور عملی پہلوؤں پر مشتمل ہے، جس میں ابتدائی طور پر اسلامی تاریخ اور موجودہ دور کے تغیرات کا دل چسپ تجزیہ کیا گیا ہے کہ جدید ٹیکنالوجی کو کیسے استعمال میں لا کر اس سے فائدہ اٹھایا جانا ممکن ہے, جب کہ دوسرا حصہ سیاست اور انسانی حقوق سے متعلق ہے۔ اسی طرح مسلمان خواتین اور خاندانوں کے موجودہ سماجی مسائل پر سیر حاصل گفت گو ہوئی ہے، جب کہ ایک حصے میں مسلمان نوجوانوں کی موجودہ حالت کو زیر بحث لایا گیا ہے اور آخری حصے میں The Mission, Where Next? کے عنوان سے مستقبل کے خد و خال واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

تجزیاتی مطالعہ

یہ کتاب پانچ مقالات پر مشتمل ہے، جن کا آپس میں گہرا ربط ہے اور ہر مقالے کے آخر میں مصنفہ نے مزید مطالعے کے لیے مفید مصادر کی نشان دہی کی ہے جن سے انھوں نے استفادہ کیا ہے۔

کتاب کا اسلوب سہل اور جاذب ہے جو قاری کی دل چسپی بر قرار رکھتا ہے۔ مصنفہ پہلے موضوع کا تاریخی پس منظر بیان کرتی ہیں اس کے بعد اس سے متعلق موجودہ دور کے حالات اور اسلامی تعلیمات کا باہم تقابل کرتی ہیں، جیسا کہ خواتین کے حقوق سے متعلق ابتدا میں قبل از اسلام خواتین کے ساتھ روا رکھا جانے والا سلوک بیان کرنے کے بعد قرآن و سنت نے انھیں جو حقوق دیے ان پر سیر حاصل گفت گو کی ہے۔[۱]

اسی طرح قرآن و سنت سے استدلال کرتے ہوئے نصوص کا ترجمہ کرنے کے ساتھ ساتھ اس کا حوالہ ذکر کرنے کا بھی اس تصنیف میں بھرپور اہتمام کیا گیا ہے جس کا مشاہدہ کتاب میں جابجا کیا جا سکتا ہے۔[۲]

مختلف فیہ مسائل میں فقہا کے اقوال ذکر کرنے کے بعد اس کا تجزیہ کر کے موجودہ دور میں تطبیق کی کیفیت واضح کی جاتی ہے، جیسا کہ فسخ نکاح کے لیے خاتون کی طرف سے اقدام اٹھانا یا طلاق اور وفات کے بعد بچے کی پرورش کے مسئلے میں خاتون کے حقوق، جیسے فقہی قضایا سے متعلق قدیم فقہا کے اقوال اور موجودہ دور میں مسلم ریاستوں کی طرف سے اس سلسلے میں اصلاحی اقدامات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔[۳] البتہ فقہا کے اقوال نقل کرتے ہوئے مصنفہ نے فقہی مصادر کی نشان دہی نہیں کی کہ کہاں سے یہ اقوال نقل کیے گئے ہیں،

---

1. Sultana Saeed, Islam from Revelation Towords Realization (Islamabad: National Hijra Council), 61.
2. Ibid, 35.
3. Ibid, 73-78.

مزید بر آں ان اقوال کے مستدلات بیان کرنے کا اہتمام بھی ان کے ہاں نہیں پایا جاتا بلکہ محض فقہی مذاہب کو نقل کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اگر اس کمی کو دور کرنے کی کوشش کی جائے تو کتاب مزید بہتر ہو سکتی ہے۔

کتاب میں اصطلاحات کی تعریفات ذکر کرنے کا بھی اہتمام کیا گیا ہے؛ چناں چہ جہاں جہاں کسی فن کی اصطلاح مذکور ہے، اس کے ساتھ ہی اس فن کے لحاظ سے اس کا مفہوم واضعین کے بیان کردہ مفاہیم کے مطابق واضح کیا گیا ہے، جیسا کہ فقہ کی اصطلاحات اجماع، قیاس اور مصالح مرسلہ وغیرہ کی تعریفات ذکر کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔[۴]

بحیثیت مجموعی یہ ایک مفید کتاب ہے جس میں کئی اہم سماجی اور قانونی مسائل کو اسلامی فکر کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس سے متعلق خود مصنفہ نے بھی وضاحت کی ہے کہ اس کا مقصد مسلمان نوجوانوں کے اُس ذہنی تناؤ اور فکری تزلزل کو ختم کرنا ہے جو شریعت کی عملی تطبیق و تنقید کے حوالے سے مغربی فلسفے اور تصورات کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔

اسی طرح ان غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو میڈیا یا دوسرے جدید ذرائع سے اسلام سے متعلق مغربی دنیا اور خود مسلمان نوجوانوں کے اذہان کی پیدا کردہ ہیں۔

2. *The Muslim World Today*

مسلم دنیا کے عنوان سے یہ کتاب جناب ایس امجد علی کی علمی کاوش ہے، جو نیشنل ہجرہ کونسل، اسلام آباد نے شائع کی ہے۔ یہ کتاب ۶۲۷ صفحات پر مشتمل ہے. اوراق نہایت دیدہ زیب ہیں، جب کہ سن اشاعت درج نہیں ہے۔

کتاب کے مندرجات میں اسلامی ممالک کا مکمل تعارف پیش کیا گیا ہے اور دنیا کے مختلف خطوں اور براعظموں میں پائے جانے والے مسلم ممالک کو مختلف ابواب میں تقسیم کیا ہے، چناں چہ مشرق وسطیٰ کے ممالک کے لیے علاحدہ باب ہے، جب کہ افریقہ میں پانے جانے والے ممالک کے تعارف کے لیے مستقل باب رکھا گیا ہے۔ مزید بر آں یورپ اور امریکہ میں مقیم مسلمانوں کے بارے میں معلومات کے لیے آخری باب مختص کیا گیا ہے۔

کتاب کا پس منظر یہ ہے کہ (OIC) ممالک نے چودھویں صدی ہجری کے آغاز میں ہجرت کے چودہ سو سال مکمل ہونے پر ہجرہ سال منانے کا فیصلہ کیا۔ پاکستان میں اس وقت کے صدر مملکت جناب جنرل محمد ضیاء

4. Ibid, 33-34.

الحق مرحوم نے یکم محرم کو ہجرہ سال منانے کا افتتاح کیا۔ اس سلسلے میں موجودہ اسلامی دنیا کے حوالے سے ایک کتاب لکھنے کا فیصلہ کیا گیا، جس کی ذمے داری اس وقت کے فلم اور پبلی کیشن کے ڈائریکٹر جناب جنرل امجد علی صاحب کو سونپی گئی جنھوں نے عرق ریزی سے یہ ذمے داری نبھائی؛ چناں چہ اس کتاب سے متعلق صدارتی فرمان کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

> In order to fulfill the demand in the West and the East for greater information about the Muslim world, a book should be published which gives a panoramic view of the entire Muslim world at this crucial time in history. It should be an attractively written and profusely illustrated book which truly mirrors the world of Islam. The book should have chapter containing comprehensively information on each Muslim country in the world. [۵]

اس صدارتی فرمان کے مطابق ایک ایسی جامع کتاب کی تیاری کا حکم دیا گیا تھا جس میں مسلم ممالک سے متعلق بنیادی معلومات درج کی گئی ہوں۔

تجزیاتی مطالعہ

کتاب کے تعارفی حصّے میں انیسویں صدی اور اس سے پہلے مختلف اسلامی ممالک میں جو تحریکات اور نمایاں واقعات رونما ہوئے، ان کے بارے میں معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

مسلم ممالک کا تعارف بیان کرنے میں اس ملک کا دستوری نام، رقبہ، آبادی، ریاستی سربراہ، اہم شہر، قومی زبان، قومی دن، کرنسی اور معاشی صورت حال کے بارے میں مختصر آگاہی فراہم کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ اس ملک کا محل وقوع نقشے کے ذریعے واضح کیا گیا ہے اور مختصراً اس ملک کے مختلف صوبوں سے متعلق چیدہ چیدہ معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں۔ اس کے بعد اس ملک کے تاریخی پس منظر اور اس کی ثقافتی و تہذیبی تاریخ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

قانونی طور پر اس ملک میں رائج نظام حکومت، اس کے ڈھانچے کی تفصیلی وضاحت اور عدالتی نظام کا بھی مفصّل ذکر ہے۔ مزید برآں قدرتی وسائل، نظام مواصلات، نظام تعلیم اور اس کے معاشرتی اثرات و ثمرات کا ذکر بھی ملتا ہے۔ ملک کے بارے میں قاری اس ملک کی بنیادی معلومات سے روشناس ہو جاتا ہے۔

---

5. Amjad Ali, *The Muslim World Today* (National Hijra Council), 10.

اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں ہر ملک کے بارے میں تفصیلات کے ساتھ تصاویر کا اندراج اور ان کے ساتھ مختصر وضاحتیں بھی درج کی گئی ہیں۔عام طور پر کسی پہلو پر معلومات اس کی ابتدائی تاریخ سے بیان کی جاتی ہیں جس سے قاری کے سامنے مکمل تصویر نمایاں ہو جاتی ہے۔

کہا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب مسلم ممالک کا جامع انسائیکلوپیڈیا ہے؛ چوں کہ یہ کتاب پینتیس برس پہلے لکھی گئی ہے، اس لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ اس دوران پیش آنے والے حالات و واقعات سے متعلق معلومات کا اس میں اندراج کیا جائے تا کہ اس میں تازگی کا عنصر باقی رہے۔

3. *Great Books of Islamic Civilization*

یہ کتاب محترم این اے بلوچ کی تصنیف ہے جسے پاکستان ہجرہ کونسل نے ۱۹۸۹ء میں شائع کیا۔ یہ کتاب ۲۱۷ صفحات پر مشتمل ہے۔

اس کتاب میں مختلف علوم و فنون کے بارے میں اسلامی تہذیب کی عظیم کتابوں اور بنیادی مصادر کا تعارف پیش کیا گیا ہے، جس سے قاری کو اسلامی تہذیب کے ایک اہم گوشے سے متعلق عمدہ معلومات ملتی ہیں۔ پہلے باب میں تعلیم و فلسفہ، دوسرے میں علم الکلام، تیسرے میں سیاسیات، چوتھے میں فقہ اسلامی، پانچویں میں تاریخ، چھٹے میں ثقافت و تہذیب اور معاشرتی و عمرانی علوم سے متعلق کتب کا تعارف ہے۔ اسی طرح طبعی علوم کے مختلف شعبہ جات سے متعلق متقدمین علمائے اسلام اور اہل فن کی کتابوں کا تعارف ہے، جن میں طبیعیات، حیاتیات، ریاضی، جغرافیہ، فلکیات، زراعت، کیمیا اور طب وغیرہ سے متعلق کتب شامل ہیں۔

تجزیاتی مطالعہ

مصنف سب سے پہلے صاحب کتاب کا ترجمہ اور مکمل تعارف ذکر کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی علمی خدمات اور تصنیفات وغیرہ بھی تفصیل سے بیان کرتے ہیں مثال کے طور پر برہان الدین الزرنوجی کے متعلق لکھتے ہیں:

> The author Burhan-ud-Din belonged to the town of Zarnuj near Bukhara and hence was known as al-zarnuji. He was a pupil of the well-known hanfi Jurisprudent Burhan-ud-Din al-Murghinani. In 1203 A.D, he authored the important treaties **تعليم** المتعلم، طريق التعلم (instruction of the learner, the method of learning).[6]

---

6. Na Baloch, *Great Book of Islamic Civilization* (Pakistan Hijra Council, 1989), 26.

اس تعارف میں انھوں نے مصنف کا علاقائی تعلق اور ان کے استاذ کے علاوہ کتاب لکھنے کا سن بھی بتایا ہے، چناں چہ قاری کو تعارف پڑھنے کے بعد کتاب اور صاحب کتاب سے متعلق معتد بہ معلومات مل جاتی ہیں۔

اسی طرح اس موضوع پر لکھی گئی دیگر کتب کا تذکرہ کر کے قاری کو مزید کتب سے روشناس کرایا جاتا ہے؛ مثلاً حسبہ سے متعلق ایک کتاب کی تفصیل بتاتے ہوئے مصنف رقم طراز ہیں:

> In the Muslim west, Al Saqti of Malaga (Spain) wrote Kitab fi Adab al-Haisbah (the book on requirements for Hisbah) by about 500/1106, Later in the 6th century Ibn Abdun of Seville wrote Risalah fi Al-qadah wal hisbah (the treatise on justice and hisbah) while Ibn Bassam authored a more comprehensive work Nihayat al-Rutba fi talab al-Hisbah (standard achievement in investigation of Hisbah) containing as many as 118 chapters. (7)

اسلامی مغرب میں ۵۰۰ھ میں ملاگا کے السقطی نے آداب الحسبۃ کے نام سے کتاب لکھی۔ بعد ازاں چھٹی صدی ہجری میں ابن عبدون نے رسالہ فی القضا والحسبہ کے نام سے اہم تحریر چھوڑی۔ اس موضوع پر نہایت عمدہ کام ابن باسم کی کتاب "نہایت الرتبة فی طلب الحسبہ" ہے۔

اس تفصیل کو آگے بڑھاتے ہوئے "حسبہ" پر لکھی گئی مزید کتب کا تعارف مذکور ہے جس سے قاری کو اس فن کے اہم مصادر سے آگاہی حاصل ہو جاتی ہے۔

مزید برآں کتاب کا تعارف کرتے ہوئے مصنف نے ہر کتاب کے مندرجات ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے بارے میں معمولی وضاحت بھی درج کی ہے، جیسا کہ **"الرسالة المفصلة لأحوال المتعلمين و أحكام المعلمين"** کے ابواب پر بات کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> Qabisi's work is divided into three parts as under:
> Part I: Introduction, Explanation, as to what is Iman Islam and Ihsan, what is istiqama and what is the definition of Salah.
> Part II: Teaching of the Quran and parents responsibility instruction in poetry. (8)

بعض اوقات مصنف کسی کتاب کی ابواب بندی کے بغیر اس کے مکمل خدوخال اور مصنف کا طریقہ کار و افکار واضح کرتے ہیں، جیسا کہ **اصول بزدوی** پر بحث میں انھوں نے کتاب کے مندرجات کے علاوہ ان کے

---

7. Ibid, 79.
8. Ibid, 25.

اصولی منہج کو مکمل طور پر واضح کیا ہے، جس سے کتاب کی اہمیت اور اس کا منہج قاری کے سامنے واضح ہو جاتا ہے۔[۹]

اسی طرح مصنف نے بعض کتب کے مخطوطات کی تصاویر بھی لگائی ہیں جس سے اس کتاب کے موجود مخطوطات کے بارے میں بھی معلومات مل جاتی ہے، مثلاً کتاب **الملل والنحل** از شہرستانی اور زہراوی کی (Surgical Instruments) کی تصاویر بھی لگائی گئی ہیں جو صاحب کتاب کے خاص علمی ذوق کی غماز ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ زیر بحث کتاب تعارف کتب اور مصادر پر مطلع ہونے کے علاوہ مصنّفین کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے اور اس قسم کی مزید علمی کاوشوں کی ضرورت ہے تاکہ باقی اہم مصادر بھی مختصر معلومات کے ساتھ طلبہ کے سامنے آجائیں۔

4. *Modern Reformist Thought in the Muslim World*

یہ کتاب ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی سے ۱۹۸۲ء میں شائع ہوئی، جس کے مصنف جناب مظہر الدین صدیقی ہیں، اس کی ضخامت ۲۵۰ صفحات کی ہے۔

سات ابواب پر مشتمل ایک علمی دستاویز ہے۔ پہلا باب مسلم جدیدیت کی عمومی خصوصیات سے متعلق ہے۔ دوسرا اور تیسرا باب مسلم جدیدیت کی علمی اور فکری بنیادوں کے جائزہ پر مبنی ہے۔ اس کے بعد کے ابواب میں سیاسی، معاشرتی اور تعلیمی لحاظ سے مسلم جدیدیت کی اساس اور بنیادوں پر گفت گو کی گئی ہے، جب کہ آخری باب کتاب کے خلاصے پر مشتمل ہے۔

تجزیاتی مطالعہ

یہ کتاب مختلف مفکرین کی آرا پر مبنی ہے جنھوں نے مسلم فکر میں اصلاح اور اسے جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی ہے۔ مصنف نے ان مفکرین کی آرا کا بڑی خوب صورتی اور غیر جانب دارانہ انداز میں تجزیہ کے ساتھ ساتھ نقد بھی کیا ہے، صاحبِ کتاب نے لکھا ہے کہ:

> ہمارے ہاں تین مختلف قسم کے مفکرین پائے جاتے ہیں: ایک گروہ ان میں سے اس بات کا قائل ہے کہ اسلام جدید دور میں قابل عمل نہیں اور اس کے احکام پر عمل کرنا موجودہ دور میں مشکل ہے۔ دوسرا طبقہ وہ ہے جو فقہی ذخیرہ کو مکمل طور پر قابل عمل گردانتا ہے اور اس میں کسی بھی طرح کے رد و بدل کا خواہاں نہیں، جب کہ تیسرا طبقہ ان

---

9. Ibid, 90-91.

مصلحین مفکرین کا ہے جو اسلام کے احکام کی تنفیذ اور تطبیق میں اصلاح کی گنجائش کو جائز سمجھتے ہیں۔ اس لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ ان مفکرین کی آرا کا جائزہ لیا جائے۔[۱۰]

باب اوّل میں مصنف نے اصلاحی تحریکات اور اصلاح کے عمل کے حوالے سے جمال الدین افغانی، محمد عبدہ، سر سید احمد خان، علامہ ڈاکٹر محمد اقبال، امیر علی، الطاف حسین حالی وغیرہ کی آرا ذکر کی ہیں۔ اسی طرح علت اور معلول کے نظریے سے متعلق رشید رضا، محمد عبدہ، غلام احمد پرویز، محمد حسین ہیکل، ڈاکٹر خلیفہ عبد الحکیم وغیرہ کی آرا مذکور ہیں۔ مزید برآں "صوفی ازم" سے متعلق مذکورہ مفکرین اور مولانا عبید اللہ سندھی کی رائے پر تفصیلی بحث کی ہے۔

اس کے علاوہ تقلید کے خلاف رد عمل اور تعقل کے حدود شریعت اسلامیہ کے احکام سے متعلق مذکورہ مفکرین اور محمد اسد، ڈاکٹر فضل الرحمٰن وغیرہ کی آرا کا جائزہ لیا ہے۔ توحید و رسالت، آخرت، قرآن و سنت وغیرہ کی بابت مختلف کلامی مباحث کے بارے میں مسلم مفکرین و مصلحین کی آرا بیان کر کے یہ واضح کیا گیا ہے کہ وہ کہاں تک ان بنیادوں پر اصلاح کے عمل کو آگے بڑھا سکے اور وہ کن نظریات کے حامل تھے۔

ان اساسی بنیادوں کے علاوہ مصنف نے دوسرے ابواب میں مسلم مفکرین کی آرا کی روشنی میں سیاسی، معاشی، معاشرتی اور تعلیمی مسائل پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ مثلاً سیاسی مسائل میں ڈکٹیٹرشپ اور خلافت، معاشی مسائل میں غلامی کا تصور، سوشل ازم اور کیپٹل ازم، معاشرتی مسائل میں خواتین کا معاشرتی مقام اور تعدد ازواج وغیرہ اور تعلیمی مسائل میں نظام تعلیم کا ایک تاریخی اور ارتقائی جائزہ لیا ہے جس کے بارے میں مختلف اوقات میں نئے نئے تجربات کیے جاتے رہے ہیں۔

یہ کتاب اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ اس میں ماضی اور حال کے جدید پیش آمدہ مختلف النوع مسائل قاری کے سامنے رکھے گئے ہیں اور اس کے حل کے بارے میں مختلف مکاتب فکر، مختلف سوچ رکھنے والے مفکرین اور مختلف پس منظر رکھنے والے مصلحین کے رویے بھی سامنے لائے گئے ہیں جس سے قاری کے لیے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہوتا کہ ایک قضیہ جب سامنے آتا ہے تو اس کا حل کیسے ڈھونڈا جائے اور اس کے بارے میں ایک خاص شعبۂ حیات سے تعلق رکھنے والے فرد کا زاویۂ نظر کیا ہو گا۔

---

10. Mazhar-ud-Din Siddiqi, *Modern Reformat thought in the Muslim World*, (Islamabad: Islamic Research Institute), ii.

5. *To God Belong the Names most Beautiful*

اسمائے حسنیٰ سے متعلق محترمہ نیرؔ احسان راشد کی یہ عمدہ کاوش ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد سے پہلی دفعہ ۲۰۰۴ء میں چھپی۔ اس کتاب کے صفحات کی تعداد ۲۰۰ ہے۔

یہ کتاب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ پر مشتمل ہے جن کی تعداد تقریباً ۲۰۰ ہے۔ کتاب میں عمدہ کاغذ استعمال کیا گیا ہے اور بہت خوب صورت انداز سے اس کی جلد بندی اور ورق بندی ہوئی ہے۔ اس کی دیدہ زیب طباعت اور مصنفہ کی بے نظیر خطاطی پڑھنے والے کو مسحور کر دیتی ہے۔

اس کتاب کی مصنفہ نیرؔ احسان راشد بذات خود مصور اور ماہر خطاط ہونے کے علاوہ انگریزی زبان کی شاعرہ بھی ہیں جنھوں نے اپنے اس فن کے کمالات کا مظاہرہ اسماے حسنیٰ سے متعلق اس کتاب میں کیا ہے۔ اس کی اشاعت کے محرک سے متعلق وہ لکھتی ہیں:

> Almost twenty years later this resolve has finally been realized under the guidance of Dr. Zafar Ishaq Ansari, Director of Islamic Research Institute, International Islamic University Islamabad. He suggested that to begin with I should publish a work under the title, to God belong the name most beautiful. [11]

یعنی یہ تجویز مصنفہ کو ادارہ تحقیقات اسلامی کے سابق ڈائریکٹر جنرل ظفر اسحاق انصاری مرحوم نے دی تھی۔

تجزیاتی مطالعہ

اس کتاب میں مصنفہ نے فن خطاطی میں مہارت کا بہترین مظاہرہ کیا ہے اور بڑی محنت کے ساتھ اسماے حسنیٰ کو خط کے خوب صورت نمونوں میں ڈھال کر پیش کیا ہے جس میں اس اسم مبارک کے مفہوم کو بھی بڑی حد تک تصویری قالب میں ڈھالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ کتاب میں ہر اسم مبارک کے ذیل میں عربی شاعری لکھی ہے جو اس اسم مبارک سے متعلق ہے اور جس کا اختتام بھی اسی اسم مبارک کی مناسبت سے ہوتا ہے؛ مثلاً صفت ”رحیم“ کے ذیل میں لکھی شاعری کا اختتام یوں ہوتا ہے: ”فرحمة الله منجاتي و منجعي، فهو الرحيم بل حد و قد وسعت رحمته كل شی أي متع.“ [۱۲]

---

11. Nayyar Ehsan Rashid, To God Belong the Name Most Beautiful (Islamabad: Islamic Research Institute, 2004), 2.
12. Ibid, 6.

اس کے علاوہ ان اشعار کا انگریزی زبان میں ترجمہ بھی شامل کیا گیا ہے۔

Your blessing continuous, Marvelous
Within you tender compassion
I rest safely nested, a peaceful refuge
Al- Rahim will take care of me [13]

بہر حال یہ کتاب اپنے فن میں منفرد نوعیت کی حامل ہے اور اس میں اسمائے حسنیٰ کو خطاطی کے دل کشی قالب میں ڈھالنے کے علاوہ اس کے متعلق انگریزی اور عربی زبان میں درج کی گئی شاعرانہ پیراے میں پیش کیے گئے لطیف اور پر مغز احساسات قاری کے جذبات کو جلا بخشتے ہیں۔ اس سے پہلے کسی نے اسمائے حسنیٰ کے بارے میں اس نوعیت کا کام نہیں کیا۔

6. *Concept of Muslim Culture in Iqbal*

یہ کتاب جناب مظہر الدین صدیقی کی انگریزی زبان میں ایک علمی کاوش ہے، جسے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد نے شائع کیا ہے۔ اس کے کئی ایڈیشن منظر عام پر آ چکے ہیں۔ پہلی دفعہ یہ کتاب ۱۹۷۰ء میں شائع ہوئی تھی اور آخری دفعہ ۱۹۹۴ء میں۔ یہ کتاب ۱۶۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

تجزیاتی مطالعہ

اس کے مندرجات میں سے باب اوّل Anti-classicism of the Quran (قرآن کا قدیم یونانی روایات کی مخالفت) کے بارے میں ہے جب کہ دوسرا باب مسلمانوں کے ہاں تعقل کی حیثیت کے بابت اقبالؒ کے نظریہ سے متعلق ہے۔ اس طرح اسلامی جمہوریت، اجتہاد کے مسائل اور جدید دنیا میں اسلامی قانون سازی سے متعلق اقبالؒ کے افکار پر بحث کی گئی ہے اور ساتواں باب خلاصۂ کتاب پر مشتمل ہے۔

اس کتاب کے باب اوّل میں مصنف نے قرآن کریم کی روشنی میں اقبالؒ کا Classicism کے خلاف نظریہ بیان کیا ہے جو ان کے خطبات میں پانچویں خطبے کا نچوڑ ہے۔ اس کے بعد Classicism کی تاریخ پر سیر حاصل گفت گو کی ہے اور قدیم مفکرین کی آرا کو بیان کیا ہے جس کا آغاز انھوں نے یونانی (Greek) عہد سے کیا ہے۔ پھر اسے مزید بڑھاتے ہوئے قبل از اسلام کے مختلف ادوار میں پنپنے والے نظریات بیان کیے ہیں۔ اقبال کا فکری نچوڑ پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

---

13. Ibid, 6.

قرآن کا نظریۂ فطرت حقیقت اور موجود اشیا پر مبنی ہے اس لیے اسے یونانی فلسفہ کے تخیلات کی روشنی میں نہیں دیکھنا چاہیے۔ قرآن حقائق کی طرف توجہ مبذول کراتا ہے جب کہ یونانی فلسفہ زیادہ تر تخیلات اور نظری مباحث کا گورکھ دھندہ ہے۔ [۱۴]

علامہ اقبالؒ قرآن کے تصورِ فطرت کو قبل از اسلام کے تصورات سے مختلف گردانتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اسلام نے فطرت کا یہ تصور پیش کیا ہے کہ یہ اللہ کی تخلیق ہے، چاہے اس کا تعلق مادی دنیا سے ہو یا روحانی تجربات سے۔ اس میں انسان کو غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے۔ اسلام نے لوگوں کی سوچ پر پابندی نہیں لگائی، بلکہ قرآن ہمیں کائنات اور اس میں موجود قدرتی وسائل سے استفادہ کرنے پر ابھارتا ہے۔ [۱۵]

اسلام انسان کو انفرادیت سے اجتماعیت کی طرف لایا ہے حتیٰ کہ عبادات کے سلسلے میں راہبانہ تصورات کی نفی کر دی گئی۔ اسی طرح احکام زکوۃ، حج وغیرہ اجتماعی سوچ پر مبنی اوامر ہیں۔ [۱۶]

جہاں تک عقلیت پسندی کے رجحانات کا تعلق ہے تو اقبال کے ہاں عقلیت پسندی کے نمائندہ حضرات اور اس کی مخالفت کرنے والے دونوں افراط و تفریط کا شکار رہے ہیں۔ مصنف اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک طرف عقلیت پسند اسلام کے احکامات اور اس کے تصورات کو بری طرح مسخ کر رہے تھے۔ دوسری طرف ان کے مخالفین سرے سے موجود حقائق کے منکر ہوئے جس کی وجہ سے انھوں نے فطری اور موجودہ اشیا تک کو بھی نظر انداز کیا۔ [۱۷]

مصنف نے اس باب میں معتزلہ کی تاریخ اور ان کے افکار پر روشنی ڈالی ہے کیوں کہ اسلامی تاریخ میں عقلیت پسندی کی اولین نمائندہ جماعت یہی تھی، چناں چہ ان کے نظریۂ فطرت اور فلسفۂ اختیار پر بحث کی ہے، جس کا خلاصہ انسان کے افعال میں اللہ کے عمل دخل کا خاتمہ تھا۔ مزید برآں معتزلہ کے ہاں اللہ کی ذات اقدس کے حوالے سے اس پہلو پر بھی بات کی ہے کہ تخلیق کی نسبت اللہ کی طرف نہیں کی جاسکتی، کیوں کہ اگر اللہ کی طرف تخلیق، علم غیب یا اور کسی صفت کی نسبت کی جائے تو اس سے ذات بابرکات کے بارے میں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ تخلیق یا تو خود خدا ہے یا خدا اس سے الگ کوئی اور وجود ہے۔

---

14. Mazhar-ud-Din Siddique, Concept of Muslim Culture in Iqbal (Islambad: Islamic Research Institute), 2.
15. Ibid, 17.
16. Ibid, 24.
17. Ibid 27.

اس کے بعد اس قسم کے فاسد خیالات کے خلاف رد عمل کے طور پر اہل سنّت والجماعت کے کردار کو سامنے لایا اور علم کلام کے ایک اہم مکتب فکر اشاعرہ کی مقبولیت کے اسباب ذکر کیے ہیں، چناں چہ اس بارے میں لکھتے ہیں:

> Ashari's doctrines prevailed firstly, because they reaffirmed the power of God. Which the tenets of the Mutazilah sought to undermine, secondly they contained a profound truth namely that God's wisdom is inscrutable in the ultimate analysis. (18)

اس لیے اشعری نظریہ کو مقبولیت عامہ حاصل ہوئی کہ انھوں نے اللہ کو طاقت کا سرچشمہ ماننے کی فلسفیانہ توثیق کی جو معتزلہ کے متعین کردہ اصولوں کی وجہ سے کمزور پڑتا جارہا تھا جب کہ دوسری وجہ یہ تھی کہ انھوں نے تعقل کی بجائے حکمت الٰہیہ کو ہی حتمی مانا اور شریعت کے احکام یا عقائد میں محض عقل پر انحصار نہیں کیا۔

تیسرے باب میں مصنف نے اقبالؒ کے روایتی تصوف کے بارے میں افکار پر بات کی ہے کہ اقبالؒ کے ہاں روایتی تصوّف شریعت کے ظاہری احکام اور جان دار قانونی و سماجی نظام کے راستے میں رکاوٹ ہے۔

مصنف نے اسلامی تاریخ میں تصوّف کا ارتقا واضح کیا ہے اور مختلف صوفیہ کے ہاں پائے جانے والے افکار بیان کیے ہیں، جن میں سے ابن عربیؒ اور شہاب الدین سہر وردیؒ نمایاں ہیں۔

تصّوف کا مختلف پہلوؤں سے اقبالؒ کے افکار کی روشنی میں جائزہ لینے کے بعد اس کے خلاف پیدا ہونے والا رد عمل اور اس کے اثرات واضح کیے گئے ہیں۔ جس میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے کردار پر بات کی گئی ہے اور آخر میں جدید دنیا میں تصوّف کے کردار اور اس کے مستقبل سے متعلق امکانات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ مصنف نے اس باب میں اقبال کے کئی اشعار نقل کیے ہیں۔ جن کا حاصل یہ ہے کہ روایتی تصوّف میں جدید دور کے مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت مفقود ہے۔ (۱۹)

تصوّف کی ظاہری اور جدید صورت جس میں انسان محض تخیلات کی دنیا میں جینے لگتا ہے اور عملی زندگی سے کٹ کر رہ جاتا ہے، اسلام کی نظر میں یہ ممنوع روش ہے؛ البتہ تزکیۂ نفس اور کسی ماہر کامل شیخ کے ساتھ اپنی باطنی اصلاح سے متعلق اقبالؒ کا نظریہ واضح ہے، چناں چہ وہ خود بھی صوفی تھے اور پیر رومیؒ کا تذکرہ ان کی شاعری میں جابجا ملتا ہے بلکہ اقبالؒ کا مردِ مومن اور انسانِ کامل کا تصوّر اسی پر استوار ہے۔

---

18. Ibid, 45.
19. Ibid, 61.

جمہوریت سے متعلق اقبالؒ کی فکر پر بات کرتے ہوئے مصنف نے لکھا ہے کہ اقبال کے ہاں توحید کا عقیدہ اسلامی سیاست کی بنیاد ہے، کیوں کہ اس کا اصل مقصد اللہ کی رضا ہے؛ چناں چہ ان کے ہاں قومیت پر مبنی سیاست کی کوئی گنجائش نہیں، اس لیے وہ فرد کو الگ اپنی خودی بر قرار رکھنے کی تلقین کرتے نظر آتے ہیں، مزید بر آں وہ ووٹ پر یقین رکھتے ہیں، کیوں کہ قبل از اسلام اور بعد از اسلام خلیفہ کے انتخاب میں معاشرے کا ہی اصل کردار رہا ہے۔

اجتہاد کے موضوع پر حضرتِ اقبالؒ کے خطبے پر تبصرہ کرتے ہوئے مصنف نے اجتہاد کے مصادر اور مالکی و عراقی مکاتب فکر پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ اقبال اجتہاد کے دروازے کو بند نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس طرح اسے محکومیت کے دور میں ایک عارضی بندش تصور کرتے ہیں، جو اس دور کے فقہانے سقوط بغداد کے بعد اختیار کیا، کیوں کہ غلامی اور محکومی کے دور میں اجتہاد کا کام کئی قسم کے مسائل کا شاخسانہ ثابت ہو سکتا تھا، اس لیے فقہانے اس سے گریز کی روش اپنائی۔[۲۰]

جدید دور میں اسلامی قانون سازی کے حوالے سے مصنف نے امام شافعیؒ کے کردار کو موضوع بحث بنایا ہے اور اس کے بعد شریعت اسلامیہ کے مصادر کی بنیاد پر قانون سازی کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالی ہے، جب کہ عصر حاضر میں اجماع کی شکل پارلیمنٹ کو قرار دیا ہے کہ عوامی نمائندہ گان علماے کرام کی رہ نمائی میں قانون سازی کریں لہذا ان کا یہ اتفاق اجماع کی شکل میں سامنے آئے گا۔ مصنف کا خیال درست سہی لیکن موجودہ حالات میں کم از کم پاکستان میں اس قسم کے اجماع کی شکل ابھی تک دیکھنے کو نہیں ملی۔

فکر اسلامی کو سمجھنے کے لیے یہ ایک مفید کتاب ہے جس میں مصنف نے بڑی عرق ریزی سے خطبات اقبال کے بعض اہم گوشوں کو زیر بحث لایا ہے اور اس کے تاریخی و سماجی پہلوؤں کا جائزہ لیا ہے۔ حضرتِ اقبالؒ کے خطبات اور ان کے افکار کو سمجھنے میں یہ کتاب کافی حد تک ممد و معاون ثابت ہوتی ہے، کیوں کہ ان خطبات میں پیش کیے گئے نظریات کا پس منظر اور اس کے متعلق دیگر مفکرین کی آرا کے ساتھ تقابل کیا گیا ہے۔

7. *Ideology of Pakistan*

یہ کتاب نظریۂ پاکستان سے متعلق جناب شریف المجاہد صاحب کا علمی شاہ کار ہے جسے ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد نے ۲۰۰۱ء میں زیور طبع سے آراستہ کیا ہے، کتاب ۲۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

20. Ibid, 123.

اسے پانچ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جس میں مصنف نے نظریہ کی ضرورت اور نظریہ پاکستان کا تاریخی جائزہ لیا ہے۔ اسی طرح مسلم قومیت اور پاکستان کے علاوہ بنگلہ دیش میں نظریۂ پاکستان کے کم زور ہونے کی وجوہات پر بحث کی ہے۔ آخری باب میں نظریے کے بنیادی اجزا کو شریعت اسلامیہ اور پاکستان کے تناظر میں جانچا ہے۔کتاب کے شروع میں ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری مرحوم کا وقیع اور مفید مقدمہ درج کیا گیا ہے جس کا مطالعہ صلب موضوع میں داخل ہونے سے پہلے قاری کے لیے مفید ہے۔

تجزیاتی مطالعہ

اس کتاب کے آغاز میں مصنف نے نظریے کی ضرورت پر مدلل گفت گو کی ہے جس میں انھوں نے عصر حاضر کی مختلف مغربی ریاستوں کے تناظر میں یہ بات ثابت کی ہے کہ ہر ریاست کی پشت پر کوئی نہ کوئی مذہبی نظریہ کار فرما ہوتا ہے۔ اسی تناظر میں انھوں نے پاکستان کے بارے میں لکھا ہے:

> Likewise in .... Religion cannot be divorced from its national life. Here the ethical leaven to a democratic dispensation is provided by Islam because it alone can spell out the social significance of democratic order in Pakistani context.[21]

اس لیے باقی ریاستوں کی طرح مملکت خداداد پاکستان کی پشت پر بھی ایک نظریے کی ضرورت ہے جس کی وجہ سے معاشرے میں اجتماعی سوچ اور شعور بیدار ہو اور اس کی بنیاد پر عوام میں اتحاد واتفاق، محبت اور یگانگی کے جذبات پیدا ہو جائیں، کیوں کہ یہ ایک عمومی ضابطہ ہے کہ محض معاشی اور معاشرتی محرکات کسی معاشرے کو متحد رکھنے کے لیے کافی نہیں ہوا کرتے، بلکہ ایک مضبوط اور عمومی مقبولیت کا حامل نظریہ ہی کسی ریاست کے استحکام کا ضامن ہوتا ہے۔

نظریۂ پاکستان کے تاریخی پس منظر میں مصنف نے "دو قومی نظریہ"، اردو بمقابلہ ہندی جیسے موضوعات پر بات کی ہے کہ اس وقت دو الگ قوموں کی شناخت محض قوم نہیں بلکہ زبان کی بنیاد پر تھی۔ اسی طرح ان دو اقوام کی سوچ وفکر میں بھی واضح فرق تھا۔ یہی وجہ ہے کہ استعمار کے خلاف نبرد آزما ہونے کے لیے دونوں کی حکمت عملی مختلف تھی اور اس وقت ہندو ازم میں احیا کے نام سے شروع ہونے والی تحاریک نے اس خلیج کو مزید گہرا کیا۔ جس کا لازمی نتیجہ مسلمانوں کا کانگریس سے علاحدہ ہونے کی صورت میں نکل آیا۔ مصنف نے ان تمام مذکورہ عوامل پر تفصیلی اور سیر حاصل بحث کی ہے۔

---

22. Sharif al Mujahid, Idealogy of Paksitan (Islamabad: Islamic Research Institute),9.

مسلم قومی تشخص کی سوچ کے بارے میں مصنف نے لکھا ہے کہ یہ ۱۸۹۲ء میں آئینی اصلاحات کے دوران مسلمانوں کے الگ تشخص کے مطالبے سے پیدا ہوئی، جس کے نتیجے میں الگ سیاسی جماعت کا قیام مسلم لیگ کی صورت میں ۱۹۰۶ء میں عمل میں آیا اور مسلمانوں نے "Nation with Nation" کا نظریہ پیش کیا تا کہ ان کے ساتھ ہندوستان میں اقلیتی بنیاد پر سلوک روا نہ رکھا جائے، بلکہ انھیں ایک قوم کی بنیاد پر حقوق سے دیے جائیں۔ مصنف نے تفصیل کے ساتھ ان عوامل کا جائزہ لیا ہے جو قیام پاکستان کے لیے کارگر ثابت ہوئے اور متحدہ ہندوستان پر مبنی سوچ کے خلاف مؤثر صورت میں شعوری بیداری کی بنیاد بنے۔

مصنف کے خیال میں اس وقت مسلمان رہ نما چاہے وہ کسی بھی نظریے اور سوچ کے حامل تھے، اپنے طور پر مسلمانوں کے حقوق اور ان کی بقا کی جنگ لڑ رہے تھے تا کہ مسلم قوم کو سماجی، معاشی اور سیاسی تحفظ مل سکے، کیوں کہ متحدہ ہندوستان کے قائلین بھی مسلمانوں کی بھلائی اپنی سوچ اور سیاسی بصیرت کی بنیاد پر آزاد اور متحد ملک کی صورت میں دیکھ رہے تھے، جب کہ الگ الگ ملک کا مطالبہ کرنے والے قائدین بھی اس سوچ کے حامل تھے کہ الگ ملک ہی مسلمانوں کے مسائل کا واحد حل ہے۔

جہاں تک بنگلہ دیش کی علاحدگی اور سقوط ڈھاکہ کا تعلق ہے تو مصنف نے اس کی پشت پر کار فرما سیاسی، سماجی، معاشی اور دوسرے مختلف عوامل ذکر کر کے ان کا ناقدانہ جائزہ لیا ہے کہ کس طرح یہ الم ناک سانحہ رونما ہوا؛ اسی طرح مصنف نے ان خارجی عوامل پر بھی بات کی ہے جو اس حادثے کے پیچھے کار فرما تھے جس میں ہندوستان کا منفی کردار اور مذموم مقاصد قابل ذکر ہے۔

داخلی عوامل پر بات کرتے ہوئے مصنف نے تفصیلی بحث کے بعد مختصراً خلاصہ بیان کیا ہے:

> In short the dominant Pakistani leadership had failed miserably to provide good governance. (22)
>
> مختصر یہ کہ پاکستانی قیادت اچھا طرز حکومت دینے میں ناکام ہو گئی تھی۔

آخری باب میں مصنف نے قرآن کریم اور سنت نبوی ﷺ کی روشنی میں نظریے کے اجزا پر بحث کی ہے جن میں بنیادی حقوق، میثاق مدینہ اور حقوق العباد سے متعلق نصوص شرعی کو بنیاد بنایا ہے۔

اس کتاب کی ایک خصوصیت اس کا مبنی بر تحقیق ہونا ہے جس میں مصنف نے معلومات، حوالوں کے ساتھ فراہم کی ہیں اور آخر میں ضمیمے کے طور پر آئین پاکستان میں موجود اسلامی دفعات اور نظریاتی مواد کو

---

22. Ibid, 87.

شامل کرنے کے علاوہ ۱۹۵٦ء اور ۱۹٦۲ء کے دساتیر میں مذکور اسلامی دفعات بھی شامل کی گئی ہیں؛ مزید بر آں اسلامی جمہوریت کے موضوع پر میاں افتخار الدین کی قومی اسمبلی کے فورم پر کی گئی تقاریر کے بعض منتخب حصے بھی کتاب میں درج ہیں۔

بہر حال اس موضوع پر یہ ایک اہم علمی دستاویز ہے جس میں مصنف نے زیر بحث موضوع کے تقریباً تمام گوشوں کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے جس میں وہ کافی حد تک کامیاب رہے ہیں، البتہ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس سے استفادہ مزید آسان کرنے کے لیے کتاب میں موجود مواد کو ضمنی عنوانات کے ذریعے نمایاں کیا جائے تاکہ قاری متعلقہ حصے تک بآسانی پہنچ سکے، کیوں کہ ذیلی عنوانات نہ ہونے کی وجہ سے مطلوبہ بحث تلاش کرنے میں دشواری پیش آتی ہے۔

9. *The Socio- Political Thought of Shah Wali Ullah*

یہ کتاب محترم ڈاکٹر محمد الغزالی کی علمی کاوش ہے، جو پہلی دفعہ ۲۰۰۱ء میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد سے شائع ہوئی اور پھر ۲۰۰۲ء اور ۲۰۰۸ء میں دوبارہ اور سہ بارہ شائع ہوئی۔ کتاب کے کل صفحات ۳۳۵ ہیں۔

بنیادی طور پر یہ علمی شاہکار تین حصوں پر مشتمل ہے: پہلے حصے کا عنوان The Contribution of Shah Wali Ullah to Islamic Thought ہے۔ اس میں مصنف نے Religion, Philosophical Thought اور Social Thought کے علاوہ شاہ ولی اللہؒ کے نظریہ ارتفاقات پر روشنی ڈالی ہے اور آخر میں شاہ صاحب کے سیاسی اور ریاستی خدوخال کے بارے میں افکار بیان کیے ہیں۔

دوسرا حصہ شاہ صاحبؒ کی اہم تصنیفات کے تعارف پر مشتمل ہے، جن میں **البدور البازعة، ازالة الخفاء** اور **حجة الله البالغة** وغیرہ شامل ہیں، جب کہ کتاب کا تیسرا حصہ شاہ صاحب کی اہم تصنیف **حجة الله البالغة** کے منتخب حصوں کے مطالعے پر مبنی ہے، جس میں ارتفاقات اور شہری ریاست کے انتظام جیسے موضوعات کو انگریزی زبان میں سلیس انداز میں پیش کیا ہے۔

تجزیاتی مطالعہ

مصنف نے کتاب کے آغاز میں شاہ ولی اللہؒ کے حالات زندگی اور ان کی علمی خدمات سے متعلق وقیع اور جان دار مقدمہ لکھا ہے۔ اس ضمن میں ان کے افکار کو بھی موضوع بحث بنایا گیا ہے، جس کے مطالعے سے قاری بخوبی شاہ صاحبؒ کی زندگی کے مختلف گوشوں سے واقفیت حاصل کر سکتا ہے۔

پہلے باب میں مصنف نے شاہ صاحبؒ کے ہاں پائے جانے والے مختلف تصورات کے مفاہیم واضح کیے ہے، جس میں سے الانسان الاکبر، عرش، حظیرۃ القدس، ملاء اعلیٰ، عالم ارواح، عالم تمثیل، تخلیق اور تدبیر وغیرہ شامل ہیں۔ اسی طرح مصنف نے شاہ صاحبؒ کے تصور نبوت پر بھی تفصیلی روشنی ڈالی ہے اور اصلاح معاشرہ میں نبی کے کردار کے حوالے سے شاہ صاحب کے افکار واضح کیے ہیں اور اس کے بعد شاہ صاحب کے مد نظر مصادر پر بحث کی ہے۔ جس کے بارے میں مصنف رقم طراز ہیں:

> It seem useful to throw some light on the sources of Shah Wali Ullah's thought, this would help appreciate his socio-political idea in their proper persecution. (23)

یہ زیادہ مفید ہو گا کہ شاہ ولی اللہ کے افکار کے پس پردہ مصادر پر روشنی ڈالی جائے۔ جس کی وجہ سے ان کے سیاسی و سماجی نظریے کو مناسب پس منظر میں سمجھا جاسکے گا۔

چناں چہ مصنف نے اس کے بعد شاہ صاحبؒ کے اساتذہ اور ان کے تعلیمی اسفار کا ذکر کیا ہے کہ کہاں کہاں سے انھوں نے استفادہ کیا ہے اور ان اساتذہ کے واسطے وہ کون کون سی شخصیات سے متاثر ہوئے۔ ان میں سے ایک شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی بلند پایہ علمی شخصیت ہے جن سے متاثر ہونے کی وجہ ان کے استاد شیخ ابو طاہر الکردیؒ ہیں۔(24)

شاہ صاحبؒ کی زندگی کا جائزہ لینے کے بعد مصنف نے ان کی فکری تنوع اور جامعیت کے متعلق تبصرہ کیا ہے کہ:

> The Empirical dimension of his thought afforded him a perception of reality that was at once more comprehensive and profound than that of a great many of his predecessors. (25)

مصنف نے شاہ صاحبؒ کے افکار کے سلسلے میں ان کی کئی کتابوں سے استفادہ کیا ہے اور کسی ایک کتاب تک خود کو محدود نہیں رکھا، جس کا اندازہ کتاب کے مطالعے کے دوران ذکر کردہ حوالہ جات سے ہوتا ہے۔ شاہ ولی اللہؒ کی سماجی فکر کے حوالے سے ان کے افکار پر متقدمین مفکرین میں سے کن کن کا اثر تھا؟ مصنف نے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس بابت ان کی نظر میں الفارابی، الماوردی اور الغزالی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

---

23. Muhaammd al ghazali, the soci-political thought of shah waliullah,(Islamabad, Islamic research institute) 28.
24. Ibid, 32.
25 – Ibid, 32.

اس کے بعد مصنف نے شاہ صاحبؒ کے ہاں ارتفاقات کے تصورات واضح کرتے ہوئے انفرادی اور اجتماعی زندگی سے متعلق مختلف بنیادی حکمتیں بیان کی ہیں جن کا تعلق زندگی گزارنے، کسبِ معاش، تعاون اور تجارت وغیرہ سے ہے۔ اس کے بعد سیاسی اور اجتماعی زندگی سے متعلق ارتفاقات پر بحث کی گئی ہے جس میں شہری ریاست کے خدوخال بیان کیے گئے ہیں اور پھر شاہ صاحبؒ کے ہاں اسلامی ریاست کے مختلف پہلوؤں کو ارتفاق رابع کی روشنی میں تفصیلی طور پر موضوعِ بحث بنایا گیا ہے۔

اسلامی ریاست کے ضمن میں شاہ صاحب کے بیان کردہ خلیفہ کے انتخاب کا طریقہ، اس کی شرائط، ذمے داریاں، خلافت عامہ اور خاصہ کے تصورات اور خلیفہ کے شہریوں کے ساتھ تعلق کی نوعیت واضح کی گئی ہے، مزید برآں عدلیہ اور سزاؤں کے نظام پر گفت گو کی گئی ہے، اسی طرح خارجی جارحیت کے خلاف جہاد کا تصور بیان کیا گیا ہے کیوں کہ ریاست کا دفاع اس کے بغیر ممکن نہیں۔

دوسرا حصہ شاہ صاحبؒ کی کتب کے تعارف پر مبنی ہے جس کے آغاز میں مصنف نے موضوعاتی اعتبار سے شاہ صاحب کے علمی اور تحریری کام کو تقسیم کیا ہے۔ جہاں تک تفصیلی تعارف کا تعلق ہے تو اس کے لیے شاہ صاحبؒ کی تصانیف جلیلہ میں سے **البدور البازغة**، ان کے سیاسی خطوط، **حجة الله البالغة** اور **إزالة الخفاء** کا انتخاب کیا گیا ہے۔ ان کتابوں کے انتخاب کی وجہ مصنف نے یہ بتائی ہے کہ:

> In the present study, we are mainly concerned with the Socio-Political aspects of Shah Wali Ullah's thoughts. We would therefore present below a brief survey of his three books which are particularly relevant to our theme with a view to assessing their value as sources for the study of his socio political ideas. (26)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تینوں کتابیں موضوع کے ساتھ مطابقت رکھتی ہیں، بلکہ یہ اس مجال کے اہم مصادر ہیں جن کا تعارف مصنف نے پیش کیا ہے، تاکہ قاری کو ان مصادر سے براہِ راست استفادہ کرتے ہوئے کسی قسم کی دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

آخری اور تیسرا حصہ **حجة الله البالغة** کے منتخب حصوں کا مطالعہ ہے، جس کا آغاز ارتفاقات سے ہوتا ہے۔ اس حصے میں مصنف نے نمبروں کا استعمال کیا ہے اور یہ نمبر شروع سے آخر تک تسلسل کے ساتھ تمام مباحث میں موجود ہیں۔

---

26. Ibid, 131.

مصنف نے آسان اور سہل انداز میں اس کتاب کے مباحث کو انگریزی زبان میں پیش کیا ہے جس سے انگریزی خواں طبقہ بآسانی استفادہ کر سکتا ہے، جب کہ کتاب کے آخر میں مصنف نے حواشی، حوالہ جات اور تعلیقات درج کیے ہیں، جن میں اصطلاحات کے مفاہیم اور مفید وضاحتیں درج کی گئی ہیں۔

شاہ صاحبؒ کے سماجی اور سیاسی افکار پر یہ ایک منفرد اور قابل قدر علمی کاوش ہے۔ اس سے پہلے اس موضوع پر اس طرح کا کام منصۂ شہود پر نہیں آیا، اس لیے شاہ صاحبؒ کے افکار کو سمجھنے کے لیے یہ ایک اہم ماخذ ہے جس سے نہ صرف علوم اسلامیہ کے طلبہ بھرپور استفادہ کر سکتے ہیں، بلکہ عمرانی علوم سے وابستہ حضرات کے لیے بھی یہ ایک بیش قیمت تحفہ ہے۔

10. *Iqbal's Reconstruction of Ijtihad*

یہ کتاب جناب ڈاکٹر خالد مسعود نے لکھی ہے، جسے ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد نے ۱۹۹۵ء میں زیور طبع سے آراستہ کیا۔ کتاب کے صفحات کی تعداد ۲۳۶ ہے۔

آٹھ ابواب پر مشتمل اس کتاب کا پہلا باب اجتہاد کے مفہوم پر مبنی ہے، دوسرا برصغیر میں تصور اجتہاد کے ارتقا اور تیسرا تصور اجتہاد کے تدریجی ارتقا سے متعلق ہے جب کہ چوتھا باب اقبالؒ کے خطبۂ اجتہاد پر مبنی ہے۔

اجتہاد میں تحریک اور طریقۂ کار کے نظریے کو اقبالؒ کے خطبات کی روشنی میں دیکھا گیا ہے جب کہ اس کے بعد تین ابواب اقبال کے تصور اجماع، قیاس اور ان کے خطبات کے تجزیاتی مطالعے پر مبنی ہیں۔ اس کتاب میں مصنف نے اقبال کے تصور اجتہاد کا مطالعہ مختلف گوشوں سے کیا ہے جس کے منہج کے بارے میں مصنف نے تعارف میں لکھا ہے:

> For this study we have devolved a particular methodological approach which studies the issues in its historical, semantic and doctrinal context. (27)

اس میں بحث کا طریقۂ کار تاریخی، ارتقائی اور نظریاتی بنیاد پر مبنی ہے۔ پہلے باب میں اجتہاد کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم بیان کیا گیا ہے جس کے ذیل میں مجتہدین کے طبقات کے بارے میں مختلف آرا ذکر کی گئی ہیں اس کے ساتھ ساتھ اجتہاد اور رائے، اجتہاد اور قیاس اور اجتہاد اور تعقل کے باہمی ربط کی وضاحت کی گئی ہے

---

27. Khalid Masud, Iqbal's Reconstruction of Ijtihad (Islamabad: Islamic Research Institute), 9.

اور آخر میں اجتہاد اور تقلید کے تفصیلی احکام بیان کیے ہیں کہ اجتہاد کی اہلیت کی شرائط کیا ہیں اور تقلید کا دائرہ کار کہاں سے شروع ہوتا ہے۔

برصغیر میں اجتہاد کے ارتقا کے لیے دو ابواب مختص کیے گئے ہیں۔ ایک باب میں آغاز سے شاہ ولی اللہؒ تک کا دور شامل کیا گیا ہے، جب کہ دوسرے باب میں شاہ صاحبؒ کے مابعد ادوار میں اجتہاد میں تدریجی ارتقا کا جائزہ لیا گیا ہے، کیوں کہ شاہ صاحبؒ کا دور ایک اہم تاریخی موڑ ہے اور اس کے بعد برصغیر میں ایسا علمی، سیاسی اور سماجی انقلاب رونما ہوا جس نے تاریخ کا دھارا بدل کر رکھ دیا، چناں چہ مصنف نے اس باب میں شاہ اسماعیل شہید اور سر سید احمد خان کی علمی تحاریک کے علاوہ دیگر علمی تحاریک پر بھی بحث کی ہے کہ ان تحاریک کا فقہ اور استنباطِ احکام پر کیسے اثر پڑا اور کس قسم کے نظریات وجود میں آئے۔

اس کے بعد انگریز استعمار کے دور میں ریاستی سطح پر ۱۸۹۷ء کے بعد قانونی اصلاحات کا دور بھی زیر بحث رہا ہے جب کہ اس حوالے سے مختلف مسلمان مفکرین اور مصلحین کی طرف سے اصلاح احوال کی خاطر خواہ کاوشیں بھی بیان کی گئیں ہیں، جن میں جمال الدین افغانی اور سر سید احمد خان وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ اسی طرح شریعہ اور نیچرل لاء سے متعلق سعید پاشا اور سر سید احمد خان کے افکار پر بھی بحث کی ہے۔

ان تین ابواب میں جو مباحث زیر بحث رہے ہیں اس کے ذکر کرنے کا مقصد حضرت اقبالؒ کے فکری پس منظر کے عوامل کو قاری کے سامنے رکھنا تھا تاکہ پڑھنے والا یہ سمجھ لے کہ اقبالؒ کے تصورات کے پس پردہ وہ کون سے محرکات تھے جس سے ان کی فکر متاثر ہو سکتی تھی یا جس کی اصلاح کے لیے وہ اپنی فکر پیش کر سکتے تھے، چناں چہ مصنف خود اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> Iqbal studied all these trends and felt a need to clarify this concept .... He dealt with three definitions of Ijtihad, which had reference to the context of debates of Ijtihad and taqlid, reformation and religion and society. (28)

چناں چہ حضرت اقبالؒ نے ان مختلف فکری رجحانات کو مد نظر رکھتے ہوئے شریعت اسلامیہ کے نصوص کی تعبیر و تشریح اور استنباط احکام کے لیے اجتہاد کی تحریک پر مبنی تصور دیا جو نہ تو سعید پاشا سے مکمل اتفاق کرتے ہیں اور نہ ہی ان دوسرے حضرات کی آرا کو کامل سمجھتے ہیں۔

---

28. Ibid, 77.

چوتھے باب سے مصنف نے اصل موضوع پر بحث شروع کی ہے جس کا تعلق اقبالؒ کے خطبۂ اجتہاد سے ہے۔ مصنف نے اس خطبے کو تین ابواب میں تقسیم کیا ہے اور اس تقسیم میں اجتہاد کے مصادر کا اعتبار کیا ہے؛ چوتھے باب میں اقبال کے خطبۂ اجتہاد پر عمومی بات کی گئی ہے، جب کہ پانچویں باب میں اقبالؒ کے اجتہاد کے بارے میں تحرک اور طریقۂ کار کے نظریے پر بحث کی گئی ہے اور آخری دو ابواب میں اقبالؒ کے ہاں اجماع اور قیاس کے تصورات اور ان کے مفاہیم واضح کیے گئے ہیں۔

مصنف نے اقبالؒ کے بیان کردہ اجتہاد کی تینوں تعریفات ذکر کرنے کے بعد ان پر جامع تبصرہ کرتے ہوئے ان کے خدوخال کو واضح کرنے کے لیے ان کے دوسرے لیکچرز سے بھی استفادہ کیا ہے۔

چھٹے باب میں مصنف اجماع کے حوالے سے ریاست، قانون اور علما کے کردار کو اقبالؒ کی زبان سے پیش کرتے ہیں۔ اقبالؒ کے مطابق جدید دور میں انفرادی اجماع کے بجائے قانون ساز اسمبلی کا اجماع قابل اعتماد ہے۔

اس سے اگلا باب انصاف، قانون اور اصلاحات سے متعلق ہے جس کا مرکزی نقطۂ نظر قیاس ہے۔ اس میں مصنف نے عائلی زندگی سے متعلق فقہی مسائل پر کچھ مقدمات اور ان کے بارے میں اقبالؒ کی آرا پیش کی ہیں جس میں نمایاں مسئلہ مفقود الخبر کی بیوی کا ہے۔ مصنف نے اس سے متعلق فقہا کی آرا اور عدالتی نظائر بھی ذکر کیے ہیں۔ مصنف نے اقبالؒ کی تشکیل جدید پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

> Iqbal's reconstruction of Ijthiad was comprehensive he not only proposed reconstruction of its definition but also proposed the reconstruction of its process and methodology. (29)

اجتہاد کی تشکیل جدید سے متعلق فکر اقبال جامعیت پر مبنی ہے وہ صرف اس کی تعریف اور مفہوم کی تشکیل جدید کے خواہاں نہیں ہیں بلکہ اس کے طریقہ کار میں بھی جدت لانا چاہتے ہیں۔

مصنف نے کتاب کے آخر میں نتائج بحث میں مجموعی طور پر اقبالؒ کی فکر کا جائزہ لیا ہے اور اقبالؒ کے اپنی فکر سے متعلق مختلف خطوط اور مقالوں میں وضاحتوں کے اقتباسات بھی درج کیے ہیں۔ اسی طرح ناقدین کی طرف سے نقد اور ان کے بارے میں مفصل بحث کی ہے؛ اس لیے اجتہاد کے حوالے سے فکر اقبالؒ کے افکار کو سمجھنے کے لیے یہ اہم علمی دستاویز ہے جس میں مصنف کی آرا سے اختلاف تو کیا جاسکتا ہے، لیکن ان کی غیر جانب دارانہ تحقیق پر کوئی انگلی نہیں اٹھائی جاسکتی۔ مصنف نے تمام معلومات دل چسپ اور تحقیقی انداز سے قاری کے سامنے پیش کی ہیں۔

---

29. Ibid, 174.

۲- مرتب شدہ کتب

ا- اٹھارہویں صدی عیسوی میں برصغیر میں اسلامی فکر کے رہ نما

یہ کتاب جناب ڈاکٹر خالد مسعود نے مرتب کی ہے اور ادارہ تحقیقات اسلامی نے اسے ۲۰۰۸ء میں زیور طبع سے آراستہ کیا ہے۔ اس کتاب کے کل صفحات کی تعداد ۴۶۵ ہے۔

کتاب میں مرزا عبدالقادر بیدلؒ، شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ، مرزا مظہر جان جاناںؒ، شاہ ولی اللہ دہلویؒ، سید غلام علی آزاد بلگرامیؒ، خواجہ میر درد دہلویؒ، قاضی محمد اعلیٰ تھانویؒ، قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتیؒ، شاہ عبدالعزیز دہلویؒ، شاہ رفیع الدین دہلویؒ، اور مرزا ابو طالبؒ کے احوال اور خدمات شامل ہیں۔

یہ کتاب ان رہ نماؤں کے احوال زندگی پر مشتمل ہے جنھوں نے اٹھارہویں صدی عیسوی کے دوران برصغیر کے مسلمانوں کی رہ نمائی کے لیے اپنی بساط کے مطابق کوششیں سرانجام دی تھیں اور انھی کوششوں کی بدولت مسلمانوں کی معاشرتی، سیاسی، روحانی اور معاشی زندگی پر مثبت اثرات مرتب ہوئے جس کی وجہ سے ان کا دینی اور دنیاوی تحفظ ممکن ہو سکا۔

تجزیاتی مطالعہ

یہ کتاب کسی ایک مصنف کی کاوش نہیں، بلکہ اس میں کئی حضرات کے مقالے شامل ہیں اور ہر ایک شخصیت پر مقالہ الگ الگ اشخاص نے سپرد قرطاس کیا ہے۔ مقالے تحقیقی اور علمی بنیادوں پر لکھے گئے ہیں۔ جن میں ان رہ نماؤں کے احوال اور ان کی مختلف حوالوں سے خدمات اور مساعی جمیلہ بیان کی گئی ہیں۔ اس کتاب کا پس منظر خود مرتب نے لکھا ہے۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

> ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد کے تعاون سے "اٹھارہویں صدی عیسوی میں برصغیر میں اسلامی فکر کا جائزہ" کے موضوع پر دو سالہ مذاکرے کا انعقاد کیا گیا۔ یہ مذاکرہ کئی لحاظ سے منفرد تھا ایک تو اس لیے کہ تقریباً ہر ماہ اس مذاکرے کی نشست کا اہتمام ہوتا تھا جس میں ایک مقالہ پیش کیا جاتا۔ دوسرے اس مذاکرے میں ملک بھر سے ممتاز اہل قلم کو شرکت کی دعوت دی گئی تھی، جو شرکت سے پہلے اپنا مقالہ بھجواتے تھے۔ تیسرے اس میں مختلف نقطۂ ہائے نظر کے اہل علم شریک ہوتے، جس کے سبب اکثر جاندار تبادلۂ خیال کی صورت پیدا ہوتی تھی۔ اس مذاکرے میں پیش کیے گئے مقالات کا انتخاب کتابی شکل میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔[۳۰]

۳۰- محمد خالد مسعود، **برصغیر میں اسلامی فکر کے رہنما** (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی)، ۵۹۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقالات دو سالوں کے دوران مختلف نشستوں میں پیش کیے جاتے رہے اور پیش کرنے سے پہلے اس کی جانچ پڑتال بھی علمی اور تحقیقی بنیادوں پر ہوتی رہی، جس کی وجہ سے ان کی وقعت اور ثقاہت بڑھ جاتی ہے۔

برصغیر کی تاریخ میں اٹھارویں صدی ایک اہم تاریخی سنگھم کی حیثیت رکھتی ہے، کیوں کہ اس میں ایک طرف مسلم حکومت اور ریاست کم زور ہوتی جارہی تھی، تو دوسری طرف مختلف مذاہب اور استعماری قوتیں اپنا اثر ورسوخ بڑھانے کی کوششوں میں مصروف تھیں۔ اس دوران مسلمان رہ نماؤں کا طرزِ عمل اور طرزِ فکر کیا رہا، ان کے سیاسی اور اصلاحی اقدامات کس نوعیت کے تھے اور اس وقت سماجی طور پر ہندوؤں اور باقی مذاہب کے ساتھ ان کا رویہ کیا تھا؟ ان سوالات کے جوابات کے لیے ان رہ نماؤں کے حالات زندگی کا مطالعہ نہایت ضروری ہے، یہ کتاب اسی مقصد کے پیش نظر مرتب کی گئی ہے۔

کتاب کے شروع میں مرتب نے نہایت ہی جان دار اور وقیع مقدمہ لکھا ہے جس میں اس دور کے سیاسی، مذہبی، سماجی اور معاشی احوال کا تذکرہ کیا ہے؛ اس کے علاوہ بین الاقوامی سطح پر مسلم ریاستوں کے احوال بھی اس میں درج ہیں جس سے قاری کے ذہن میں اس دور کا منظر نامہ اور پیش نامہ واضح ہو کر سما جاتا ہے۔ کتاب کے مطالعے سے پہلے اس مقدمے کا مطالعہ ضروری ہے تاکہ اس دور کے مقامی اور بین الاقوامی حالات سے آگاہی حاصل ہو جائے اور اس کے پس منظر کو جانا جاسکے۔

اس کتاب میں جن بزرگوں کا انتخاب کیا گیا ہے وہ اپنے دور کی نابغۂ روزگار اور عبقری شخصیات سمجھی جاتی تھیں، مثلاً شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور شاہ عبد العزیز دہلویؒ نے نہ صرف دینی علوم کے میدان میں خدمات سرانجام دی ہیں، بلکہ انھوں نے معاشی، معاشرتی، سیاسی اور اخلاقی مجالات میں کارہائے نمایاں سرانجام دے کر اس امت پر احسان کیا ہے۔ اسی طرح مرزا بیدل ایک بلند پایہ صوفی، شاعر، مفکر اور مصلح تھے، جنھوں نے عوام و خواص کی اصلاح کے لیے کوششیں کی۔ باقی حضرات بھی جامع الکمالات اور مؤثر شخصیات تھیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ کتاب برصغیر کی تاریخی اور علمی تراث کو سمجھنے اور یہاں کے اس اہم سیاسی موڑ پر مسلمان رہ نماؤں کے فکری رویوں سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے نہایت مفید ہے، خاص کر سیاسیات اور تاریخ کے طلبا کے لیے اہم مصدر کی حیثیت رکھتی ہے۔

ترجمہ شدہ کتب:

1. *Islam in History and Society*

یہ کتاب معروف مفکر مالک بن بنی کی ایک کتاب کا انگریزی ترجمہ ہے، جو محترمہ اسما رشید کے قلم سے صفحۂ قرطاس پر آیا ہے۔ اسے ادارہ تحقیقات اسلامی نے ۱۹۸۸ء میں شائع کیا اور اس کے صفحات ۱۱۰ ہیں۔

جہاں تک اس کے مندرجات کا تعلق ہے تو ابتدا میں اصل مصنف کا تعارف مذکور ہے۔ اس کے بعد اسے تاریخی اعتبار سے تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا باب The Post Almuahid Society کے عنوان سے ہے۔ دوسرا باب The Renaissance اور تیسرا باب The Chaos of the Modern Muslim World سے متعلق ہے۔ چوتھے باب کا موضوع The Chaos of the Western World ہے۔ پانچویں باب میں The New Path کے عنوان سے مصنف نے نئے راستے کی طرف رہ نمائی فراہم کی ہے اور آخر میں Muslim World Preambles کے عنوان سے مسلم دنیا کی حالت زار پر تبصرہ کیا ہے اور اس کے بعد خلاصہ تحریر کیا گیا ہے۔

تجزیاتی مطالعہ

اس کتاب کے مصنف مالک بنی الجیریا کے بلند پایہ مفکر، عالم اور محقق تھے۔ ان کا زمانہ ۱۹۰۳ء سے لے کر ۱۹۷۳ء تک ہے۔ الجیریا اور پیرس سے انھوں نے تعلیم حاصل کی اور پھر مصر میں سکونت اختیار کی۔ بنیادی طور پر آپ شعبہ ہندسہ (*Engineering*) کے متخصص تھے۔ بعد میں خود کو لکھنے کے لیے وقف کیا۔ ۱۹۶۳ء میں آپ واپس اپنے آبائی ملک آئے اور وہاں اعلیٰ تعلیم کے ڈائریکٹر کے طور پر کام کرتے رہے۔[۳۱]

ان کی یہ کتاب طویل غور وخوض اور تجربے کا نتیجہ ہے، جس میں انھوں نے مسلمانوں کے تاریخی اور فکری ارتقا کا مختلف گوشوں کو مد نظر رکھتے ہوئے جائزہ لیا ہے۔ اس کے پہلے باب میں مصنف نے گردش ایام کے حوالے سے وقیع علمی اور عملی بحث کی ہے کہ ایک قوم یا ایک مذہب کے عروج وزوال کے پس پردہ محرکات کیا ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کے قانون ﴿تِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾[۳۲] (ان ایام کو ہم

---

31. Asma Rashid, Islam in history and Society (Islamabad: Islamic Research Institute), 34.

۳۲۔ القرآن ۳: ۱۴۰۔

لوگوں میں پھیرتے رہتے ہیں) کی روشنی میں ان محرکات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کے بعد ایک مسلمان کی ذہنی حالت اور اس کی سوچ پر بات کرتے ہوئے یہ تجزیہ کیا ہے کہ:

مسلمان اپنے شان دار ماضی میں کھوئے ہوئے ہیں اور وہ وقت کے تقاضوں کو سمجھنے اور اس کے مطابق خود کو ڈھالنے کے بجائے اب تک دوسری تیسری صدی ہجری کے شان دار ماضی میں گم ہیں۔ اس کا حل یہ ہے کہ ہم ماضی کے ساتھ ساتھ موجودہ دور کے تقاضوں کو بھی مد نظر رکھیں۔[۳۳]

مزید بر آں عرب اور یورپ کے باہمی روابط پر سیر حاصل تاریخی نظر ڈالنے کے بعد مصنف کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ یورپ کی تہذیب و ثقافت دراصل عرب تہذیب سے ماخوذ ہے اور ان کے باہمی تعلق قائم ہونے کے بعد یورپ نے عرب تہذیب سے بہت کچھ اخذ کیا، بلکہ ان کی تہذیب اب بھی ارتقا پذیر ہے۔[۳۴]

مصنف نے مسلم دنیا میں اصلاحی تحاریک کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کے ساتھ ساتھ ان کے نتائج و اثرات کو بڑی خوب صورتی کے ساتھ مختصر انداز میں بیان کیا ہے، جس کے بعد جدیدیت پر تفصیلی بحث کی ہے۔ چناں چہ یہ کتاب ایک منطقی تاریخی ترتیب پر مبنی ہے جس میں قاری کی دل چسپی بر قرار رکھنے کا کافی سامان موجود ہے۔

مسلم دنیا میں پیدا شدہ انتشار اور زوال کے داخلی و خارجی عوامل کو الگ الگ واضح کرنے کے بعد مغربی دنیا میں موجود سماجی اور فکری انتشار پر گفت گو کی ہے؛ چناں چہ مصنف کے خیال میں مسلم اور مغربی دنیا دونوں زوال اور انتشار کا شکار ہیں، اس لیے مسلم دنیا مغربی ممالک سے اپنے مسائل کا حل نہیں کروا سکتی، بلکہ اسے خود اپنا نیا راستہ چننا ہوگا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

> However, that may be, the Muslim world can no longer seek guidance in the present chaos from a western world itself on the verge of apocalypse , for discovering its own sources of inspiration it must look for a new path. [35]

مصنف نے صرف مسائل کی نشان دہی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ ایک نیا راستہ اور ان مسائل کا حل بھی اپنے تئیں پیش کیا ہے جس سے اختلاف یا اتفاق کی گنجائش ہے؛ چناں چہ موصوف ہر سطح پر مسلمانوں میں اجتماعی

33. Asma Rashid, Islam in History and Society (Islamabad: Islamic Research Institute), 13.
34. Ibid, 17.
35. Ibid, 71.

سوچ کے فقدان کو دور کرنے کی تجویز دیتے ہیں کہ مسلم ممالک میں اخوت اور بھائی چارے کی باہمی فضا قائم کی جائے۔ اس طرح مسلمان ممالک میں مختلف شعبہ ہائے زندگی کے افراد کے درمیان ربط اور اتصال کو وہ ضروری سمجھتے ہیں۔[۳۶]

مسائل کی نشان دہی کے بعد ان کے حل کی طرف گام زن ہونے میں بنیادی طور مسلمانوں کا قرآن کریم کے فہم اور اس کی تعلیمات سے آگاہی کا عام ہونا ضروری ہے۔اس سلسلے میں مصنف کا مدعا یہ ہے کہ قرآن کی تلاوت محض الفاظ اور عقیدت تک نہ ہو، بلکہ اس کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ اس کے لیے مصنف نے حسن البنا کی مثال پیش کی ہے؛ چناں چہ ان سے متعلق لکھتے ہیں:

> He does not interpret Quran but reveals it to the consciences that he overwhelm. On his lips the Quran is no longer a cold documents. A written words but the gushing forth of living verb a light that comes directly from the heavens that illuminates and guides a source of energy that galvanizes the world. [37]

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن ہماری رہ نمائی تب کرے گا جب رہ نمائی حاصل کرنے کے مقصد سے اس کی تلاوت کی جائے اور اس سے کچھ اخذ کیا جائے۔

مصنف کی نظر میں مساوی ترقی اور ٹیکنالوجی میں اعلیٰ مقام حاصل کرنے کے باوجود یورپ محض مشینی وجود بن گیا ہے جب کہ اخلاقیات سے ان کا دامن عاری ہے، اس کے برعکس مسلمانوں کے ہاں اخلاقی اقدار کے ساتھ ساتھ مادی ترقی بھی مفقود ہے؛اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ان دونوں شعبوں میں مسلمان ترقی کی سعی کریں۔ اس لحاظ سے یہ کتاب انتہائی مفید ہے کہ یہ مسلمانوں کے مسائل کی نہ صرف نشان دہی کرتی ہے، بلکہ ان کا حل بھی عصر حاضر کے تناظر میں پیش کرتی ہے، کیوں کہ محض مسائل کی نشان دہی سے بہترین حل کی جانب گام زن ہونا ممکن نہیں ہوتا۔

2. *The Emergence of Islam*

یہ کتاب عالمِ اسلام کے نام ور مفکر و مصنف جناب ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم کے **خطبات بہاولپور** کا انگریزی ترجمہ ہے جو جناب افضل اقبال کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے اور ادارہ تحقیقات اسلامی نے پہلی دفعہ اسے

36. Ibid, 81.
37. Ibid, 85.

۱۹۹۳ء میں شائع کیا جب کہ اس کا چوتھا ایڈیشن ۲۰۱۰ء میں زیور طبع سے آراستہ ہوا۔ اس بار بار طباعت سے اس کی مقبولیت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ یہ کتاب کل ۳۵۱ صفحات پر مشتمل ہے۔

کتاب کے دو حصے ہیں: ایک حصہ تاریخی نقطۂ نظر پر مشتمل ہے، جس میں قرآن و حدیث، فقہ، بین الممالک قانون اور دین کے تاریخی پس منظر پر گفت گو کی گئی ہے، جب کہ دوسرا حصہ عہد رسالت (ﷺ) سے متعلق ہے، جو عملی، سیاسی اور سماجی زندگی سے تعلق رکھتا ہے؛ چناں چہ اس حصے میں ریاستی انتظامیہ اور خارجی عوامل سے دفاع کے مسائل اور ان کے اصول واضح کیے ہیں۔ اسی طرح تعلیمی نظام، قانون سازی اور عدلیہ کے خدوخال پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ ریاستی محاصل اور ایام کے حساب وکتاب کے نظام کو واضح کیا ہے جب کہ آخر میں تبلیغ اسلام سے متعلق شریعتِ اسلامیہ کے احکام اور منہج بیان کیا گیا ہے۔

یہ کتاب چوں کہ ڈاکٹر حمید اللہ کے **خطبات بہاول پور** کا انگریزی ترجمہ ہے، اس لیے مترجم نے ڈاکٹر صاحب کی زندگی میں ان کی اجازت سے اس کا پہلا ایڈیشن شائع کرایا تھا، جس کے بارے میں مترجم نے کتاب کے مقدمے میں لکھا ہے:

> To the author, Dr. M. Hamidullah, our debt of gratitude is immense for allowing us to bring out this English Version, it was gratifying that he responds full confidence in us and allowed us free hand in editing the text of the lecturers. (38)

جس سے واضح ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے مترجم کو **خطباتِ بہاول پور** کا نہ صرف انگریزی زبان میں ترجمہ کرنے کی اجازت دی تھی، بلکہ مناسب علمی تصرف کا اختیار بھی سونپا تھا۔

اس تفویض شدہ اختیار کی بنا پر مترجم نے اس میں مناسب ترامیم کیں جن کے بارے میں وہ لکھتے ہیں:

> A measure of discretion was excised, or to put it differently, a degree of liberty was taken with the Urdu text, Hence the draft was tightened up at several places, on occasions some of the details were omitted, some of the question and answers were also omitted, or abbreviated, and on occasion mere the answer given by the author were interpreted into the main body of the lecture. (39)

---

38. Afzal Iqbal, The Emergence of Islam (Islamabad: Islamic Research Insitutute), XII.
39. Ibid, XI.

چناں چہ مترجم نے بعض غیر ضروری تفصیلات حذف کر دی ہیں اور بعض سوال و جواب بھی حذف یا مختصراً ذکر کیے ہیں۔ اسی طرح بعض سوالات و جوابات کی اہمیت کے پیش نظر اسے اصل متن میں شامل کیا ہے۔ اس لیے اس ترجمہ شدہ کتاب اور اصل اردو متن میں فرق ہے۔

تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر حمید اللہ کے خطبات نہایت جامع اور علمی مواد پر مشتمل ہیں۔ خاص کر فقہ اسلامی کے طلبہ کے لیے ان سے استفادہ کرنا ضروری ہے، ایک حصہ تاریخی اعتبار سے مختلف علوم کے ارتقائی مراحل اور ان کی نشو و ارتقا سے متعلق معلومات فراہم کرتا ہے تو دوسرے حصے میں فقہ اسلامی کے تطبیقی اور تنفیذی پہلو کو واضح کرنے کی بہترین کوشش کی گئی ہے، جس سے یہ اشکال دور ہونے میں مدد ملتی ہے کہ شریعت اسلامیہ کی عصر حاضر میں تطبیق و تنفیذ ممکن نہیں۔ ڈاکٹر صاحب پہلے سوال اٹھاتے ہیں، پھر اپنے اس سوال کا جواب نص سے فراہم کرتے ہیں اور پھر الفاظ میں اس کی تشریح کرتے ہیں اس کی ایک مثال " فئے " کی ہے، چناں چہ لکھتے ہیں:

> What is fay? In the words of the Quran' you urged neither house camel for that (59:6) if without a war an enemy sues for peace and codes an annual tax. (40)

فئے کیا ہے؟ قرآن کریم کی رو سے اس کا مفہوم یہ ہے کہ تم نے اس پر نہ اپنے گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ، چناں چہ جب دشمن بغیر جنگ کے سالانہ ٹیکس ادا کرنے کی شرط پر امن کے قیام کے لیے راضی ہو جائے تو یہ سالانہ ٹیکس فئے کہلاتا ہے۔

مخالفین کے سخت ترین اعتراضات اور بے بنیاد الزامات بیان کرتے ہوئے بھی ڈاکٹر حمید اللہ کا لہجہ نرم اور انداز علمی رہتا ہے جب کہ نہایت ہی حلم اور وقار کے ساتھ ان کا جواب ذکر کرتے ہیں۔ اس حوالے سے ایک مثال ان کے خطبے میں سویڈن کے مستشرق کے بارے میں ملتی ہے جس نے یہ الزام عائد کیا تھا کہ مسلمان شروع میں غریب تھے، اس لیے معاذ اللہ حضور ﷺ انھیں لوٹ مار کے لیے بھیجا کرتے تھے۔ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے مصنف نے لکھا ہے:

> This is a very serious charge against Islam from the moral point of view, Islam called upon other to be honest and just? But there is no truth in the allegations. (41)

---

40. Hamidullah, The Emergence of Islam, 296.
41. Ibid, 292.

اس کے بعد تفصیل سے جواب ذکر کیا ہے۔ڈاکٹر حمید اللہ کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ معاصر اصطلاحات اور زبان استعمال کر کے شریعت اسلامیہ کی تشریح و تفسیر کرتے ہیں جس کی وجہ سے سامعین نہ صرف اس سے مانوس رہتے ہیں، بلکہ ان کی بات کو آسانی سے سمجھ لیتے ہیں، جیسا کہ "صفہ" کے قیام کے بارے میں بات کرتے ہوئے اسے 'پہلی اقامتی یونی ورسٹی' سے تعبیر کیا ہے اور جن مساجد میں تعلیم دی جاتی تھی ان کی تعبیر 'مسجد بحیثیت مدرسہ' سے کی ہے۔[۴۲]

اس قسم کی تعبیرات اور الفاظ سے موجودہ دور کے لوگ چوں کہ مانوس ہیں اس لیے انھیں سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی، بلکہ ان کی دل چسپی بڑھ جاتی ہے۔ جب کہ خطبے کے آخر میں اس کا خلاصہ ذکر کیا جاتا ہے۔

اسی طرح ہر خطبے کے اختتام پر سوالات وجوابات کا ایک حصہ بھی ہے جس میں سامعین اس موضوع سے متعلق سوال کرتے اور ڈاکٹر صاحب مخصوص انداز میں ان کے جوابات دیتے۔ بعض اوقات کسی اہم سوال کا جواب کافی طویل ہوتا تھا، جس طرح موسیقی کے بارے میں سوال کا جواب ہے[۴۳] اور جہاں سوال اہم نہ ہوتا یا اس کا جواب اختصار کا متقاضی ہوتا تو ان کا جواب بھی مختصر ہوتا ہے۔ مترجم نے ان خطبات کے ترجمے میں بہت محنت کی ہے اور آیات، احادیث مبارکہ اور اقوال کی بڑی حد تک تخریج و تحقیق کی ہے، لیکن ہر خطبے کے آخر میں حوالے درج نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر خطبے کے آخر میں نہ صرف حوالے درج کیے جائیں، بلکہ مفید حواشی اور تعلیقات کی صورت میں کتاب سے استفادے کے مزید مواقع فراہم کیے جائیں، اس طرح کتاب کی اہمیت مزید بڑھ جائے گی اور اگر اس پر کوئی ایم فل سطح کا مقالہ لکھنا چاہے تو یہ کام زیادہ بہتر انداز سے ہو سکتا ہے۔

نتائج بحث

یہ مقالہ فکر اسلامی سے متعلق مختلف کتابوں کے تجزیاتی مطالعے سے متعلق تھا، جو ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے فکر اسلامی کے مختلف گوشوں پر وقتاً فوقتاً شائع کی ہیں اور اپنے اپنے میدان میں یہ کتابیں انتہائی وقیع اور علمی مواد پر مشتمل ہیں۔ ان میں سے کچھ کتابیں مفکرین کے افکار پر مشتمل ہیں اور کچھ کا تعلق تاریخی نوعیت

42. Ibid, 247-249.
43. Ibid, 210.

سے ہے، جب کہ کچھ ان دونوں کا مجموعہ ہیں۔ اسی طرح مسلم دنیا کی موجودہ اور ماضی کے تراث پر مبنی کتب کا حسین امتزاج ہے۔

ادارہ تحقیقات اسلامی نے ان کتب کی چھپائی میں اپنا اعلیٰ معیار برقرار رکھا ہے چناں چہ ایک طرف اگر قاری کو ان کتب کے ذریعے وقیع اور مستند علمی مواد فراہم کیا گیا ہے تو دوسری طرف ان مطبوعات کو املائی اغلاط یا دیگر خامیوں سے حتی الامکان محفوظ رکھنے کی کوشش کی ہے، البتہ انسانی کاوشیں ہمیشہ بہتری کی محتاج ہوتی ہیں اس لیے ان میں سے بعض کتب کو مزید بہتر بنانے کی گنجائش محسوس ہوتی ہے، جس کی نشان دہی مقالے کے دوران جابجا کی گئی ہے۔